سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تکمیل ایمان کے مختلف شعبے

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے حضورﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

ہمسایہ کے حقوق وعن عائشه و ابن عمر عن النبی صلعم قال مازال جبرائیل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریمﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے' یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔

عالمی حقوق کا تحفظ: ان احادیث کے ضمن میں اسلام نے حقوق العباد کے بارہ میں جو اصول وقواعد وضع کئے ان کا ذکر کرنا مقصود ہے ایک مختصری جھلک آپ حضرات گزشتہ جمعہ کو سن چکے ہیں کہ اسلام میں انسانیت کے تمام طبقات بلکہ تمام مخلوقات کے معاشی تحفظ اور حقوق کی ایسی ہمہ گیر رعایت موجود ہے جن پر عمل کر کے ہی عالمی حقوق کے تحفظ کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ قلوب میں پوری یکسوئی سے اللہ کی عظمت اور مخلوق خدا کی شفقت کا رنگ غالب ہو' پھر یہی غلبہ اللہ کی عظمت اور مخلوق خدا کے حقوق کے تحفظ کی شکل اختیار کر کے انسان کی مکمل زندگی ربانی احکامات وہدایات میں ڈھل جاتی ہے۔

ادائیگی امانت کی ایک نادر مثال: اگر ہمیں بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی صحیح فکر ہوتی تو اس کے لئے قدم قدم پر سید الانبیا محمد الرسولﷺ نے وہ عملی نمونے پیش فرمائے جن پر عمل نہ کرنے کی کسی مسلمان کو بھی جرات اور ہمت نہ ہوتی۔ حضور کے عین ایسے موقع پر بھی جبکہ کفار ان کو شہید کرنے کے فیصلہ پر عمل کرنے والے تھے ان کے حقوق

کے ادا کرنے کی سوچ رہے ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ کفار مکہ کو جب آپ ﷺ نے توحید کی دعوت دی ان کا جینا دوبھر کر دیا۔ مصائب اور مشکلات کے ان پر پہاڑ ڈھانے کے ساتھ ان کا سوشل بائیکاٹ یعنی مقاطعہ کر کے آخر کار آپ ﷺ کی زندگی کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہجرت کی رات اور اسکا طویل اور صبر آزما ہونا تو آپ حضرات کئی دفعہ سن چکے ہوں گے۔ کہ وہ ذات برحق جس کے ہاتھ میں تمام زندگیوں کا کنٹرول ہے۔ وہ نہ چاہے تو دنیا کی کوئی طاقت کسی کی زندگی کو وقت مقررہ سے ایک منٹ و سیکنڈ پہلے گل نہیں کر سکتی اور جس کی موت کا وقت مقرر ہوا سے ایک منٹ کوئی ٹال نہیں سکتا ہے' رب کائنات نے حضور ﷺ کو کفار کے اس مذموم ارادے سے محفوظ رکھ کر بحفاظت مکہ سے نکالنا تھا۔

کفار کی ہٹ دھرمی وانانیت: باوجود اس کے کفار و معاندین سرور دو عالم ﷺ کی دعوتِ اسلام کی وجہ سے بدترین دشمن بن کر ان کے ہر دعویٰ کو جھٹلانے پر کمربستہ ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود حضورؐ کے سچا اور امانت دار ہونے کے سب کے سب معترف تھے' یہ مانتے تھے کہ آپ الصادق الامین ہیں۔ دعویٰ اسلام کو نہ ماننے والا عقیدہ اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ اس دعویٰ کو جھوٹ سمجھتے تھے' بلکہ یہ ان کا بغض و عناد ہی تھا' اسی وجہ سے وہ 'میں نہ مانوں' کے مرض میں مبتلا تھے۔ جان بوجھ کر عقیدہ وحدانیت اور رسالت سے انکار صرف ان جاہلوں اور کفار کی خصوصیت نہ تھی بلکہ محبوب کبریا ﷺ سے پہلے جو بھی انبیاء اس دنیا میں تشریف لائے ان کے مخاطبین نے بھی یہی طریقہ انکار اختیار کیا۔ جبکہ ان کو یہ یقین تھا کہ پیغمبر برحق ہے اس کا لایا ہوا دین سچا اور مبنی برحقیقت ہے۔ مگر تعصب اور آباؤ اجداد کے کافرانہ عقائد کو چھوڑنا اپنے انا کے خلاف سمجھتے ان کے اسی انانیت اور ہٹ دھرمی کا ذکر مالک کائنات نے کلام اللہ میں بھی فرمایا۔

الذین آتینا هم الکتاب یعرفونه کمایعرفون۔

ترجمہ: ''وہ لوگ جنہیں دی ہم نے کتاب' پہچانتے ہیں اس (قبلہ) کو جیسے پہچانتے ہیں اپنی اولاد کو لیکن کچھ لوگ ان میں سے چھپاتے ہیں حق کو جانتے بوجھتے۔''

روانگی ہجرت اور ادائیگی امانت: مکہ کے جاہل اور بت پرست بھی اپنے قیمتی اشیاء کی حفاظت کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر ان کے سپرد کر دیتے۔ ان کی دینی و اخلاقی بگاڑ کی حالت اس مقام پر پہونچ چکی تھی کہ پورے معاشرہ میں اپنا ہم مسلک و مشرب ایسا فرد نہ تھا جس پر اعتبار کر کے وہ امانت سنبھالنے کا اہل ہو۔ آنخضرت صلعم کو جب وحی کے ذریعے راتوں رات مکہ سے ہجرت کا حکم ملتا ہے اس ہنگامی حالت میں انہیں انسانوں کے حقوق کی فکر لاحق رہی کہ جو امانات کفار کے ان کے پاس ہیں ان کے ادائیگی کا بندوبست کیا جائے۔ تاکہ نبی کی صفت امین پر کسی کافر کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔ آپ حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف چل پڑے اور کفار کی امانتیں حضرت علیؓ کے حوالہ کر دیں کہ ہر امانت اپنے حقدار کو سپرد کر دی جائے۔

مخالفین سے حسنِ سلوک کی نادر مثال: آج مذاہب عالم میں حقوق انسانی کے خودساختہ علمبردار اور تہذیبوں

کے دعویدار کے ہاتھ اگر اپنے مخالف کے مال ومتاع کا کچھ حصہ قبضہ میں آئے تو اسے خونخوار بھیڑیے کی طرح ہڑپ کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔خواہ مال کا مالک پہلے سے معاشرہ کے اس غاصب وظالم فرد کے ہاتھوں کتنی مصیبتوں کا شکار ہو چکا ہو۔اور یہاں رحمۃ العالمین ﷺ کے کفار کے ساتھ بھی حسن سلوک کا اندازہ کریں کہ باوجود ہر قسم کے ایذاء رسانی ان کو اپنا اپنا حق پہونچاتے کا بندوبست بھی فرمارہے ہیں۔اگر اس زمانے کا کوئی انسان ہوتا موقع کو غنیمت جان کر اپنے مصائب کے بدلہ کی آڑ میں سب کچھ اپنے ساتھ سمیٹ لیتا۔

قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے پیغام: کیا کوئی اس دور میں ایسا ہے جو اپنے عمل وکردار سے ثابت کردے کہ حالت جنگ ہو یا امن' صلح ودوستی کا زمانہ ہو یا دشمنی کا دور ہو ہر حالت میں انسانی حقوق کی ادائیگی اور "حق بحق دار رسید" پر سختی سے عمل پیرا ہو' حضورؐ نے عمل سے ثابت فرمایا۔کہ جو تم سے زیادتی کرے تم اس سے حسن سلوک کا معاملہ کرو۔اور احسن من اساء الیک" کسی نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تو تم اس کے ساتھ برائی کی بجائے اچھا سلوک اور اچھائی کرو۔اور تجربہ سے ثابت ہے کہ برائی کا جواب اچھے عمل سے دینے کے جو بہترین نتائج دنیا میں ظاہر ہوجاتے ہیں وہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے سے حاصل نہیں ہوتے۔قربان جایئے امام الانبیاء ﷺ کے ایسے کردار سے جس میں قیامت تک آنے والے نسلوں کو پیغام ہے کہ اسلام جو امانت ودیانت کا دین ہے' اسمیں انسانی حقوق کو انسان ہونے کے ناطے جو ایک دوسرے پر ہیں' انہیں ادا کرنے کی کوشش اور اہتمام کرنی چاہیے۔جب غیر مسلم کے حق کی ادائیگی کا اتنا التزام ہے تو پھر مسلمانوں کے آپس میں حقوق کی ادائیگی مسلمان کی حیثیت سے اور بھی اہمیت اختیار کرجاتی ہے۔الغرض جس مذہب میں جانوروں کے حقوق متعین ہیں انسانوں کے حقوق کیوں نہ ہوں گے۔جو واقعہ ہجرت کے موقع کا آپ نے سن لیا اس سے اندازہ ہوا کہ کافر کے بھی حقوق ہیں۔حتیٰ کہ مسلمان فاسق اور فاجر کے بھی حقوق متعین ہیں۔اسکی کیفیت وحالت کے حدود وقیود کے اندر رہتے ہوئے اس کی ادیئگی کا بندوبست بھی کرنا ہے۔

بلی تک کے حقوق کا اہتمام: بلی جو بظاہر انسان کے خیال میں بے فائدہ اور بعض اوقات ضرر رساں حیوان ہے مگر اس کے حق کا خیال نہ رکھنے کی پاداش میں اسے جہنم میں داخل ہونا پڑا۔لیلۃ المعراج یا کسی اور موقع پر حضور ﷺ کو جہنم کا مشاہدہ کرایا گیا۔وہاں جو دیکھا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ عرضت علی النار فرایت فیها امراة من بنی اسرائیل تعذب فی هرة لها ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تاکل من حشاش الارض حتی ماتت جوعاً ورأیت عمر ابن عامر الخزاعی یجر قصبه' فی النار وکان اول من سیَّب السوائب (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے دکھانے کے لئے دوزخ کی آگ میرے سامنے لائی

گئی تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو (جلتے ہوئے) دیکھا' اس کو ایک بلی کے (ساتھ اس کے سلوک کرنے میں) عذاب دیا جارہا تھا۔ جسے اس نے باندھ رکھ کر نہ اسے کچھ کھانے کو دے رہی تھی اور نہ اس کو آزاد کر رہی تھی۔ تاکہ وہ خود جا کر کیڑے مکوڑوں سے کچھ کھالیتی ۔ آخر کار (بھوک و پیاس کی وجہ سے) وہ بلی مرگئی۔ نیز میں نے (جہنم میں) عمرو بن عامر خزاعی کو بھی دیکھا جو اپنی آنتوں کو دوزخ کی آگ میں کھینچ رہا تھا۔ (وجہ یہ تھی) کہ سب سے پہلے یہ شخص تھا جس نے اونٹنی چھوڑنے کی رسم کی بنیاد رکھی۔''

اسلام میں مخلوق کے حقوق کے سلسلے میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نفس ایک جاندار حیوان جس کا کھانا وغیرہ حرام ہے اس کے حق کا خیال نہ رکھنا بھی جرم اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔ تو انسان جسے اشرف المخلوقات کے حقوق میں کوتاہی کرنے کا انجام کتنا برا ہوگا۔

اسلام کا نظام عدل: حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں اسلامی احکامات غریب و مالدار شاہ و گدا' قوی و ضعیف' گورے و کالے' میں کوئی فرق روا نہیں رکھتا۔ جس نے بھی دوسروں کی حق تلفی کی مظلوم کو اپنا حق دیا جائے گا۔ اس ظالمانہ اور طبقاتی اونچ نیچ کے دور کا معاملہ اسلام میں نہیں کہ عدالتوں سے دنیاوی شرافت' دولت و طاقت' وغیرہ کے زور پر طاقتور کو تو حق مل جاتا ہے' اور کمزور و غریب اپنے حقوق کے حصول کے لئے عدل وانصاف کے دروازوں پر سالہا سال ٹھوکریں کھا کر مایوسی کے عالم میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے' اسلام کی نظر میں حق کا دعویٰ کرنے والا یعنی مدعی اور جس پر دعویٰ کیا گیا ہے' مدعی علیہ برابر ہیں۔ اسلام کے نظام عدل اور مظلوم کی دادرسائی کی نظیر' ترقی کے دعویدار نظاموں میں قطعاً موجود نہیں۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت کا یہ تاریخی واقعہ حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں معترضین کے دل و دماغ کے بند دریچے کھولنے کے لئے کافی ہے۔

فاروق اعظم کی عدالت: امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق کا دور خلافت ہے لوگ کثرت سے اسلام کے دائرہ میں شامل ہو رہے ہیں' عمرؓ کے دورِ حکومت میں جس طرح اسلامی مملکت کے حدود دور دراز تک پھیلے۔ فتوحات کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ بڑے بڑے سردار اور شاہان بھی مشرف بہ اسلام ہوتے رہے۔ انہی افراد میں غستان کا بادشاہ جبلہ بھی اسلام لے آیا۔ مسلمانوں اور خصوصاً حضرت عمرؓ کو بہت خوشی ہوئی کسی کا اسلام لانا بذات خود مسلمانوں کے لئے باعث مسرت ہوتا ہے۔ اور پھر جتنے زیادہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہیں' مسلمانوں کی قوت و عددی تعداد میں اضافہ مخالف قوتوں پر رعب اور طاقت کا ذریعہ ظاہری اسباب میں بن جاتا ہے۔ اسی دوران جبلہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ بدن پر ازار بندھا ہوا تھا اتفاق سے ازار کا کچھ حصہ لٹک کر زمین پر لگا۔ کسی غریب مسلمانوں کا قدم اس کے ازار کے کونے پر پڑا۔ جس سے دب کر ازار کھل گیا۔ جبلہ غصہ سے لال پیلا ہوا۔ نادار مسلمان کو منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا جس سے اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا' وہ شکایت لے کر دادرسی اور اپنا حق حاصل کرنے کے لئے عمرؓ کے پاس اپنا کیس لے گیا۔ جبلہ کو بلایا

اس نے اپنے کیئے ہوئے فعل کا اقرار کیا۔ عمرؓ نے غریب مسلمان کو جبلہ سے اپنا بدلہ لینے کا فرمایا کہ تھپڑ کے بدلے تھپڑ مار کر اپنا حق لے سکتے ہو۔ اسلامی عدالت میں ایک عام اور غریب مسلمان کے حق میں فیصلہ صادر ہونے کا دیکھ کر حیران و پریشان ہوا کہ ایک عام و غریب مسلمان ایک شاہ کے برابر کیسے ہوسکتا ہے۔ اپنے اس باطنی غرور، تکبر اور رانائیت کا اظہار برملا عمرؓ کے سامنے کیا۔ آپ نے سمجھایا کہ جب تو مسلمان ہوا تو اسلام نے اس غریب مسلمان اور تمہیں حقوق و مراعات وغیرہ میں برابر کر دیا ہے۔ جبلہ نے غریب کے تھپڑ کا بدلہ تھپڑ سے دینے کے لئے ایک دن کی مہلت مانگی۔ عمرؓ نے فرمایا یہ اس غریب مسلمان کا حق ہے اسے مؤخر کرنا بھی اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ چونکہ یہ حق اسی غریب کا تھا۔ اس نے مہلت دینے کی منظوری دی۔ مہلت مانگنے سے غرض جبلہ کو اس ظاہری ذلت اور بے عزتی (جو غرور و تکبر ہی کا نتیجہ تھا) سے فرار حاصل کرنے کی راہ نکالنی تھی۔ چنانچہ ایک دن کی رعایت سے فائدہ لے کر موقع ملتے ہی راہ فرار اختیار کر لی۔ اسلام کی نعمت ترک کر کے دوبارہ کفر کو اختیار کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے کفر کو اختیار کر کے ارتداد اور بھاگنے کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ اس کے پیش نظر کسی متکبر، ظالم و جابر شخص کے خوش کرنے سے اسلام کے عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں کی اہمیت کہیں زیادہ تھی۔ اگر حضرت عمرؓ جبلہ کی رعایت کرنے کے لئے اپنے فیصلہ اور رائے میں ذرہ برابر نرمی اور لچک کا مظاہرہ کرتے تو روز قیامت تک (العیاذ باللہ) اسلام کے عادلانہ نظام جس میں امیر و غریب کی حیثیت برابر ہے۔ پر ایسا داغ و دھبہ لگ جاتا کہ مخالفین کو اس نظام پر انگلی اٹھانے کا موقع مل جاتا کہ اسلام میں امیروں کے لئے الگ فیصلے ہیں اور غریبوں کے لئے الگ۔

آیئے اب آج کے تہذیب اور ترقی یافتہ دور کے حاکموں، امراء، اور ظالم و مظلوم کے درمیان فیصلے کرنے والوں کا حال کہ وقتی مصالح اور انفرادی فائدوں کے حصول کیلئے قومی مفاد کے نام پر اپنے فیصلوں سے اسلام کے احکامات تو کیا حمیت، غیرت و اخلاق کے حدود اور تقاضوں کو بھی تار تار کر دیتے ہیں۔ یہاں ایک جبلہ تو مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہوا مگر حضرت عمرؓ نے وقتی حالات اس کے امارت و سرداری، رعب و دبدبہ کو کچل کر عدل و انصاف کا ایسا فیصلہ کیا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو اسلام کے عادلانہ فیصلوں پر اظہار معذرت کرنے کی بجائے انکے سر فخر سے بلند رہیں گے

<u>سب سے پہلے عرش کے سایہ میں</u> حضرت عمرؓ کے پیش نظر اپنے محبوب و مقتداء کا یہ ارشاد گرامی تھا کہ

عن عائشۃؓ عن رسول اللہ ﷺ قال اتدرون من السابقون الی ظل اللہ عزوجل یوم القیامہ قالو اللہ ورسولہ' اعلم قال الذین اذا اعطوا الحق قبلوا و اذا اسئلو بذلوہ وحکموا للناس کحکمھم لانفسھم (رواہ بیہقی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کر رہی ہیں کہ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو قیامت کے دن اللہ جل شانہ کے عرش کے سایہ کی طرف سے سب سے پہلے جانے والے کون لوگ ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی

بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا۔سب سے پہلے اللہ کے لطف وکرم، عرش کے سایہ کے نیچے جانے والے وہ لوگ ہیں جن کے سامنے حق بات کہی جائے تو وہ (فوراً) قبول کرتے ہیں۔جب ان سے حق کا مطالبہ کیا جائے تو وہ خرچ کرتے ہیں اور لوگوں کے حق میں وہی فیصلہ کرتے ہیں جو اپنی ذات کے بارے میں کرتے ہیں۔

امام عادل: یہاں اس حدیث کے بیان کی غرض امام عادل کی وہ خصوصینت بیان کرنا مقصود ہے جس پر حدیث کا دوسرا جزو مشتمل ہے کہ جب رعایا اس سے اپنا حق مانگتی ہے وہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کمی یا دیری کرنے کی بجائے ان کا حق فوراً ادا کر دیتا ہے۔وہ اس زمانہ کے حکمرانوں کی طرح خودغرض، عیش وراحت کا پرستار اپنے کو غریبوں اور رعایا پر ترجیح دینے والا حکمران نہیں کہ رعایا اپنے حقوق کے حصول اور مصائل مشکلات کے ازالہ کے لئے دردر کی خاک چھانیں اور یہ خود عیاشی وراحت وسکون کی لمبی چادر تان کر رعیت سے غافل رہے۔بلکہ اللہ ورسول کے ہاں پسندیدہ حکمران وہ ہے جو خود راحت وسکون، امن وسلامتی میں رہنے کے ساتھ یا اس سے بھی پہلے رعیت کے راحت وسکون واطمینان کا طلبگار ہو۔

سلف صالحین کی اقتداء: ہمارے اسلاف واکابر نے ہمارے رہنمائی کیلئے دوسروں کی حاجات پورا کرنے کی وہ عجیب وغریب عملی مثالیں چھوڑی ہیں اگر موجودہ امراء وسلاطین اسکو مشعل راہ بنا کر اسکے مطابق حق امارات وسیادت ادا کرتے تو اسلامی دنیا کے غریب مسلمانوں کو غیر مسلم حکمرانوں کا اپنی رعایا کیساتھ سلوک و برتاؤ کی تعریف کرنے کی نوبت نہ آتی۔

اللہ کے پسندیدہ بندے: حضورﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہزاروں انسانوں کی زندگی اور موت کا دارمدار ایک ایک فرد کی مرضی پر موقوف ہوتا۔بغیر اس جابر وظالم شخص کے اجازت کے کوئی مجبور ومظلوم یہ تصور بھی نہ کرسکتا کہ اپنے حق کا مطالبہ کرے۔حضورؐ کے مبعوث ہونے سے پہلے انسانی عظمت وبلندی کا وہ تصور ہی نہ تھا جو قدر ومنزلت آپؐ نے جہد مسلسل سے انسان کا بحال کر دیا ہے۔اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (بیہقی)

ترجمہ: ''خدا کی مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اللہ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

گویا امت کو تعلیم فرمائی کہ اگر اللہ کے قرب ورضا کے طالب ہو تو انسان کے ساتھ حسن سلوک اپنا شعار بنا کر یہ مقام اور عظمت حاصل کر سکتے ہو۔ مالک کون ومالک ہم اور آپ سب کو اپنے اور حضورﷺ کی تعلیمات وارشادات پر عمل پیراء ہونے کی توفیق سے نوازیں۔(آمین)